مجموعۂ فضائل

ان خطوط ورسایل کا مجموعہ ہے جو مصنف نے وقتاً فوقتاً بزرگوں اور عزیزوں کو لکھے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ اگر زمانہ گردش کر جائے، تب یہ مجموعہ زمانۂ نشاط کی یاد دلا سکے۔ ان مکاتیب کی تدوین بعض دوست و احباب کے ایماء پر عمل میں لائی گئی ہے۔ مؤلف کے مطابق یہ مجموعہ حسب ذیل چار فصول پر مرتب کیا گیا ہے:

۱۔فصل اول درمکتوبات ۲۔فصل دوم دررقعات ۳۔فصل سیوم مشتمل بردو قسم۔ قسم اول در مراسلات تہنیت آمیز، قسم دوم در مکاتبات تعزیت انگیز۔ ۴۔فصل چہارم در آداب والقاب وخاتمۂ کتاب۔ مجموعۂ فضایل اول وآخر سے قدرے ناقص ہے، تاہم کتاب کا نام ورق (صفحہ۶) پر محفوظ ہے۔

مضمون انشاء ومراسلات، زبان فارسی نثر، مصنف ابتداء میں ایک دواوراق کی گمشدگی کے باعث نامعلوم۔ تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شہر قنوج میں طالب علم رہا ہے اور بعدازاں شہر قنوج اور اُس کے حسینوں کی تعریف میں طب اللسان ہے۔ سال تصنیف ۱۰۸۵ھ (۱۶۷۴ء)، کتاب کا نام ''مجموعۂ فضایل'' تاریخ ہے۔ مجموعہ فضایل کے تمام تر خطوط تاریخی ہیں اوران سے مصنف کے معاصر زمانے کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ خطِ نستعلیق قدرے مایل بہ شکستہ، کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۲۲۸، سطور فی صفحہ ۰۸ ناقابل وتاریخ کتاب اخیر سے بوجہ عدم تکمیل کے نامعلوم، تقطیع ۱۳x۱۹ سنٹی میٹر۔

ابتداء: ازسوم غم بباغ وجود ہرگز ایں غنچۂ دلم نکشود

اختتام: دربیان آسامئی مکاتبات کہ درمحاورات نویسند: نوازش نامۂ فیض آموز سرافراز نامۂ عنایت شامہ مرحمت نامۂ فیض آگین، امتیاز نامۂ تلطف قرین، گرامی نامہ تلطف شامہ۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔ ☆☆☆

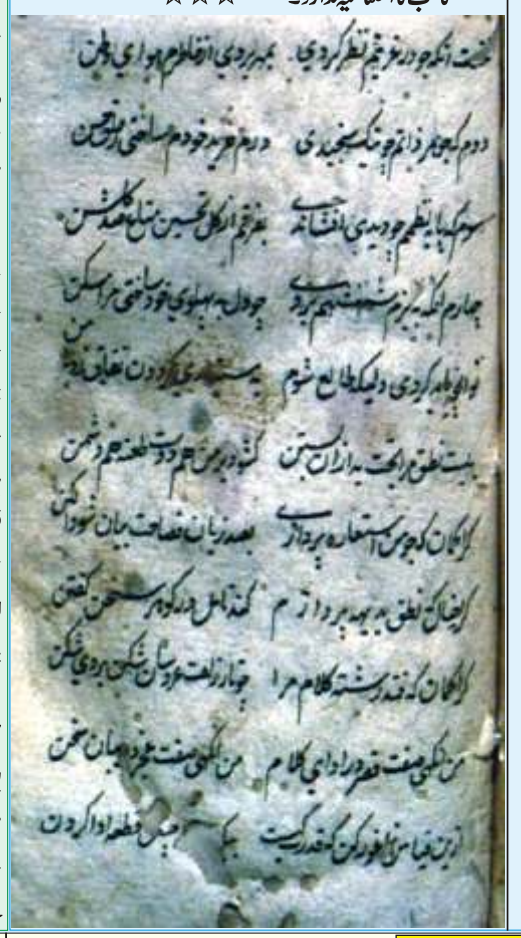

محمود نامۂ فارسی

حروف تہجی پر مبنی فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ شاعر نے غزلیات کی معنویت کی بجائے ہر غزل کے کسی نہ کسی حرف ہجاء سے آغاز پر زور دیا ہے۔ غالباً بیت بازی کی غرض سے منظوم کیا گیا ہے جو گزشتہ زمانے میں ادباء وشعراء کا محبوب مشغلہ تھا۔ تخلص سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محمود نامی اس کا ناظم ہے۔

مخطوطہ خطاطی، تذہیب کاری اور نقاشی کا بہترین نمونہ ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ابتداء سے لے کر اخیر تک خط ناخونی میں سنہری جدولوں کے مابین تحریر ہے۔ کاتب غلام مصطفیٰ بن محمد رمضان خوش نویس ساکن سنٹریال ضلع سیالکوٹ، مقیم دارالسلطنت لاہور ہے۔ غلام مصطفیٰ مالک مطبع کوہ نور لاہور منشی ہر سکھ رائے کا ملازم تھا۔ تاریخ کتابت ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء۔۱۸۶۳ء) ہے۔ مخطوطہ کے اختتام پر محمد مردان علی خان رعنا، دیوان امرناتھ اکبری رئیس لاہور، مولوی فریدالدین ساکن مزنگ لاہور اور غلام سرور سرور ملازم سردار بھگوان سنگھ کے فارسی اور اردو قطعات تاریخی ہیں۔ حواشی پر انسان، حیوانات اور پرندوں کی فنکارانہ تصاویر ہیں جو بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے بنائی گئی ہیں۔

فی صفحہ سات مصرع، خط نستعلیق جلی اُستادانہ، تعداد صفحات ۶۴، کاغذ دبیز۔ مشینی۔ تقطیع ۲۲x۳۷ سنٹی میٹر پہلا ورق انتہائی منقش اور بیل بوٹوں سے آراستہ۔ اول سے لے کر اخیر تک کاغذ کے ایک طرف اس طرح لکھا ہوا کہ اُس کی جھلکی دوسری طرف صاف نمایاں ہے، حواشی پر جابجا مشکل الفاظ کے معانی۔ دنیا کی دیگر قلمی لائبریریوں میں اس کے نسخے دستیاب ہیں۔ حالت نہایت عمدہ۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد مخطوطہ کا آغاز اس بیت سے:

اے داغ بردل ازغم خال تولالہ را
شرمندہ ساخت آہوئے چشمت غزالہ را

اوراختتام اس بیت پر ہے:

یافتہ محمود ہرکس بردرآں شاہ بار
ایں گدارا ہم بران دربار بودی کاشکی۔ ☆☆☆

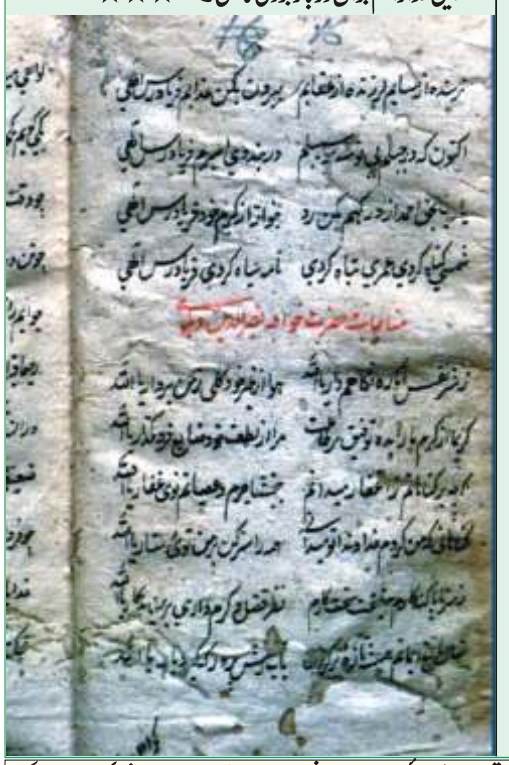

گزشتہ سے پیوستہ

کشمیر (قدیم تذکروں اور سفر ناموں کی روشنی میں)
فارسی تاریخ وادب کی روشنی میں

آئین اکبری اور کشمیر: کشمیر سے متعلق مفید معلومات ''تاریخِ رشیدی'' سے زیادہ ''آئینِ اکبری'' میں ہیں جس کو ابوالفضل نے اکبر کے عہد میں مرتب کیا۔ اپنے زمانے کے کشمیر کا جغرافیہ بتاتے ہوئے ابوالفضل لکھتا ہے کہ یہ صوبہ کابل میں ایک سرکار ہے جس کا طول قنبر دریہ سے کشن گنگ تک ایک سو بیس کوس اور عرض دس سے پچیس کوس تک ہے۔ اس کے پورب میں پرستان اور دریائے چناب ہیں۔ دکھن پورب میں بانہال اور کوہ جموں ہیں۔ اُوتر پورب میں تبت کلان، پچھّم میں چکلی اور دریائے کشن گنگ۔ پچھّم اور دکھن میں گھکر اور پچھّم واُتر میں تبت خورد واقع ہیں۔ اس کے چاروں طرف اُوتری پہاڑ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ہندوستان سے کشمیر جانے کے ۲۶ راستے ہیں لیکن بھنبھر اور پکلی کی راہیں اچھی ہیں اور سواریوں پر سفر کیا جاسکتا ہے۔ بھنبھر کی راہ قریب تر ہے۔ اس کی تین شاخیں ہیں، ہستی وتر، پیر پنچال اور تنگ تلہ۔ اسی سلسلہ میں ابوالفضل نے ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ پیر پنچال کے پہاڑ پر کسی بیل یا گھوڑے کو مار دیا جاتا ہے تو ابر وباد کا طوفان فوراً اُٹھتا ہے اور بارش کے ساتھ اولے بھی گرنے شروع ہوجاتے ہیں۔

دل فریبی: ابوالفضل نے کشمیر کی دلفریبی کا ذکر بہت ہی انشا پردازانہ انداز میں کیا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ ایک دلکش ملک ہے۔ اس کو ایک باغ ہمیشہ بہار لکھنا مناسب ہے۔ اس کو نازک مزاجوں کی عشرت گاہ اور گوشہ نشینوں کا خلوت کدہ کہنا بھی صحیح ہے۔ اس کے چشمے بہت ہی خوشگوار، آبشار سامعہ افروز اور ہَوا بہت ہی فرحت بخش ہے۔ بارش اور برف باری میں یہ ایران وتوران اور موسمِ برسات میں ہندوستان سے مشابہہ ہے۔ ملک کی زمین آبی، لُمی (خشک) اور جلکہائی (؟) ہے۔ جوروح کو فرحت بخشتی ہے۔ بنفشہ گل سرخ اور نرگس کے خودرو جنگل لہلہاتے نظر آتے ہیں۔ یہاں کے پھولوں کا شمار کرنا اندازہ سے باہر ہے۔ یہاں کے بہار وخزاں دونوں موسم بے حد دلفریب ہیں۔ کشمیر کے سلسلہ میں ابوالفضل نے بہت سی اور پُر از معلومات باتیں لکھی ہیں جن کو ترتیب کے ساتھ ہم علیحدہ علیحدہ عنوانات قائم کر کے لکھتے ہیں:

مکانات: یہاں کے تمام مکانات لکڑی کے بنے ہوتے ہیں جن میں چار چار اوران سے بھی زیادہ منزلیں ہوتی ہیں۔ مکانات کی چھتوں پر گلِ لالہ ضرور اُگائے جاتے ہیں جو موسم بہار میں کھل کر بے حد لطف انگیز منظر پیش کرتے ہیں، مکان کے سب سے نیچے حصے میں جانور اور دوسرے اسباب رکھے جاتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں گھر والے خود رہتے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے حصوں میں قیمتی سامان ہوتے ہیں۔ لکڑی کی کثرت اور زلزلوں کی وجہ سے اینٹ اور پتھر کے مکانات نہیں بنائے جاتے ہیں۔ ملک بے حد آباد ہے اور گو سرمایہ زندگی قلیل ہوتا ہے، پھر بھی یہاں چوری اور گداگری بہت کم ہے۔

پھل: شاہ آلو اور شہتوت کے سوا اور دوسرے پھل بکثرت پائے جاتے ہیں۔ خربوزہ، سیب، شفتالو اور زرد آلو بہت ہوتے ہیں۔ انگور بھی بکثرت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عمدہ قسم کم ہوتی ہے۔ کشمیر کے باشندے توت کم کھاتے ہیں اور اس کی پتیاں ریشم کے کیڑے تیار کرنے کے لئے محفوظ رکھی جاتی ہیں ان کا تخم گلگت اور تبت کو چک سے آتا ہے۔ گلگت کا تخم نسبتاً زیادہ عمدہ اور بارآور ہوتا ہے۔

خوراک: یہاں کی خوراک میں چاول، شراب، مچھلیاں اور مختلف قسم کی ترکاریاں استعمال کی جاتی ہیں۔ عام طور سے لوگ ترکاریاں سُکھا کر محفوظ رکھتے ہیں۔ پختہ چاول کو ایک رات گزار کر کھاتے ہیں۔ یہاں شالی، چاول بکثرت پیدا ہوتا ہے لیکن اس کی بہترین قسم دستیاب نہیں ہوتی۔ گیہوں چھوٹا، سیاہ اور کم ہوتا ہے۔ چنا اور جَو بالکل نہیں پائے جاتے۔ کدی (؟) سے مشابہ ایک قسم کا بکرا ہوتا ہے جو یہاں ہنڈو کہلاتا ہے۔ اس کا گوشت نازک، مزیدار اور زود ہضم ہوتا ہے۔

لباس: لباس میں عام طور سے پوستین کا رواج ہے۔ ایک پوستین کئی سال تک کام دیتی ہے۔

جانور: یہاں کے گھوڑے چھوٹے لیکن مضبوط ہوتے ہیں۔ دشوار گزار راستوں کو خوبی سے طے کرتے ہیں۔ ہاتھی، اونٹ نہیں پائے جاتے۔ یہاں کی گائے سیاہ اور بدشکل ہوتی ہے لیکن اس کا دودھ اور گھی نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ سانپ، بچھو اور دوسرے زہریلے جانور نہیں پائے جاتے ہیں۔

تجارت: بڑے شہروں کی طرح یہاں بھی مختلف قسم کے پیشہ ور ہیں۔ بازار میں خرید وفروخت کا دستور بہت کم ہے۔ تاجر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ کر سودا فروخت کرتے ہیں۔ یہاں طرح طرح کے پشمینے تیار ہوتے ہیں۔ یہاں سے شال تمام دنیا میں تحفہ کے طور پر بھیجی جاتی ہے۔ بارکشی عام طور پر کشتیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ انسان بھی بھاری بوجھ اپنے اوپر لاد کر دشوار گزار راہ طے کرتے ہیں۔ ملاح اور بڑھئی اپنے اپنے پیشوں میں بے حد کامیاب ہیں۔

شکار: کمان کشی کا عام رواج ہے اور یہاں کے لوگ اس قدر عادی ہیں کہ جہاں کہیں گور یا نظر آتی ہے فوراً اپنی کمان کھینچ لیتے ہیں۔ اسی لئے یہاں گوریا کا نام و نشان تک نہیں۔ یہاں کے لوگ کشتیوں میں تالابوں کی سیر کرتے وقت اپنے ساتھ شکاری پرندے بھی رکھتے ہیں جو ہَوا میں اُڑ کر مرغابیوں کو پکڑتے ہیں اور کشتیوں میں لے آتے ہیں۔ کبھی یہ تالاب ہی میں مرغابیوں کو اپنے پنجوں سے دبا کر ان کی پیٹھ پر سوار ہوجاتے ہیں۔ یہ منظر دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ بارہ سینگوں، چکوروں اور چیتوں کا بھی شکار کرتے ہیں۔

علوم: کشمیر کی مقامی زبان خاص ہے لیکن ہندوؤں کے علوم وفنون کی کتابیں سنسکرت میں لکھی گئی ہیں۔ اہلِ کشمیر کا خط بھی علیحدہ ہے جس میں وہ خط وکتابت کرتے ہیں۔ وہ ''توز'' پر لکھتے ہیں جو ایک درخت کی چھال کی چھال ہے۔ اسی سے وہ اوراق بھی بناتے ہیں جن پر لکھی ہوئی عبارتیں عرصے تک قائم رہتی ہیں۔ قدیم کتابیں توزی اوراق ہی پر لکھی ہوئی ہیں۔ ان کی سیاہی بھی پائیدار ہوتی ہے۔ دھونے سے بھی نہیں چھٹتی۔ اگرچہ قدیم زمانے میں ہندی علوم رائج تھے لیکن اب دوسرے علوم وفنون بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہاں رمل اور اختر شناسی ہندوستان ہی کے علوم کے مطابق ہیں۔

ہندوؤں کی زیارت گاہیں: یہاں مہادیو کی ۴۵، بشنو کی ۴۶، برہما کی ۳ اور دُرگا کی ۲۲ زیارت گاہیں ہیں۔ سات سو جگہوں پر سانپ کی شکلیں ہیں جن کی پرستش کی جاتی ہے۔ ان کے متعلق طرح طرح کے افسانے مشہور ہیں۔

تیرتھ گاہیں اور بُت خانے: ارقصبہ پرنگ کے زریب ایک طویل درہ ہے۔ اس میں ایک حوض، سات گز لمبا اور چوڑا ہے۔ قدِ آدم گڈھا بھی ہے۔ ہندو اس کو بہت بڑی تیرتھ گاہ مانتے ہیں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ یہ حوض گیارہ مہینے خشک رہتا ہے اور اردی بشت ماہ الٰہی (یعنی اپریل میں) دو چشمے پھوٹتے ہیں۔ ایک چشمہ ایک کونے کے غار سے جکوش کھاتا ہے۔ اس کی شکل ہاون کی سی ہے۔ اس غار کو سندھ براری کہتے ہیں۔ دوسرا چشمہ دوسرے گوشہ سے پھوٹتا ہے جو ستہ بشی کہلاتا ہے۔ یہ حوض ان ہی دو چشموں سے لبریز ہوجاتا ہے۔ کبھی تو یہ چشمے ایک پہر تک جوش مارتے ہیں اور کبھی صرف ایک لمحہ تک۔ اس کے بعد پانی کے جوش میں کمی ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ روزانہ صبح دوپہر اور شام تین بار پانی بڑھتا ہے۔ پُجاری رنگ رنگ کے پھول ہر چشمہ کے نام سے جدا جدا پانی میں ڈالتے ہیں اور پانی کا زور کم ہوجانے کے بعد ہر چشمہ مخصوص پھول اسی کی تہہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی کے پاس ایک اور چشمہ ہے جو چھ مہینے تک خشک رہتا ہے۔ ایک مقررہ دن کاشت کار اس چشمہ کے کنارے جاکر شکرانے کے طور پر ایک بکرا یا بھیڑ کی قربانی کرتے ہیں۔ اس کے بعد چشمہ سے پانی پھوٹتا اور آس پاس کے پانچ گاؤں کو سیراب کرتا ہے۔ اگر پانی سیلاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو پھر دوسری قربانی کی جاتی ہے اور پانی خود بخود بند ہوجاتا ہے۔ اسی کے پاس ایک دوسرا چشمہ بھی ہے جس کو؟؟؟؟ ناگ کہتے ہیں۔ اس کا پانی بہت ہلکا، ٹھنڈا اور ہاضم ہے۔ ناگر کوئی بھوکا شخص اس کا پانی پی لیتا ہے تو شکم سیر ہوجاتا ہے۔ اگر شکم سیر اس کا پانی استعمال کرتا ہے تو اس کو فوراً بھوک معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس چشمہ سے تھوڑے فاصلہ پر سات چشمے اور ہیں جو اپنی روانی کی پوری بہار دکھاتے ہیں۔ اس کے بیچ میں ایک خوبصورت پتھر کا بُت خانہ ہے جس کے گرد عبادت گزار ایک بہت بڑی آگ روشن کرتے ہیں اور خدا کا تقرب حاصل کرنے کے خیال سے مردانہ وار جل کر خاک سیاہ ہوجاتے ہیں۔ اس کے اوتر جانب ایک پہاڑ ہے جس میں لوہے کی کان ہے۔ ۲ رانچ کے مضافات میں موضع پنج براره میں بھی ایک بہت بڑی تیرتھ گاہ ہے۔ پہلے یہ ایک بہت بڑا شہر تھا جس میں ایک عجیب وغریب مندر تھا۔ اس کے قریب ایک دلکش سبزہ زار ہے جو نندی مرگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس سبزہ زار کی ہمواری، اس کے پھولوں کی دلفریبی اور آب وہوا کی فیض بخش تاثیر تعریف کے لائق ہیں۔ ۳ رموضع زیون میں ایک چشمہ اور حوض بھی ہندوؤں کی تیرتھ گاہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تخم زعفران اسی چشمہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ موسم کے شروع میں آکر اس میں گائے کا دودھ ڈالتے ہیں۔ اگر دُودھ پانی کی تہہ میں بیٹھ جاتا ہے تو نیک فال سمجھتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق زعفران کی پیداوار کی امید رکھتے ہیں اور اگر دودھ پانی کی سطح پر رہ جاتا ہے تو اس کو شگونِ بد سمجھتے ہیں۔ ۴ رموضع کوکھتر میں ایک عجیب وغریب چشمہ کے گرد ایک بُت خانہ بھی ہے۔ اس چشمہ کا پانی کم ہوجاتا ہے تو مہادیو کی ایک مندلی مورت ظاہر ہوتی ہے۔ اس چشمہ کا پانی متغیر نہیں ہوتا ہے۔ اس کے نواح میں ایک بہت بلند پہاڑ ہے جہاں کشمیری بارہ سنگے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس پر ایک نمکین چشمہ بھی ہے۔ ۵ رمٹن ایک پہاڑی پر آباد ہے۔ ایک زمانے میں یہاں تک بہت بڑا بُت خانہ تھا۔ پہاڑی پر ایک چھوٹا حوض ہے جس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چاہ بابل اسی مقام پر واقع ہے لیکن اب صرف ایک گڑھے کا نشان پایا جاتا ہے۔ پہاڑی کے نشیب میں ایک چشمہ ہے جس کے سرے پر ایک تالاب بنادیا گیا ہے۔ تالاب میں بے شمار مچھلیاں ہیں۔ مقامی تقدس کی وجہ سے مچھلیوں کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔ اس کے پہلو میں ایک غار بھی ہے جس کی گہرائی کا کچھ پتہ نہیں۔ ۶ رتبت کلان اور قصبہ دچھن پارہ کے درمیان ایک غار ہے جس میں امرنات نامی برف کی ایک مورت ہے۔ یہ بھی بہت بڑی تیرتھ گاہ ہے۔ جب نیا چاند اُفق پر نمودار ہوتا ہے تو برف کا ایک حباب سطح پر آکر روانہ پندرہ دن تک تھوڑا تھوڑا بڑھتا رہتا ہے اور آخر میں دوگز سے زیادہ بلند ہوجاتا ہے اور جب چاند کم ہونے لگتا ہے تو اس کی صورت بھی گھٹنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں صورت بھی غائب ہوجاتی ہے۔ ہندو اس کو مہادیو کی مورت خیال کرتے ہیں۔ اس غار کے قریب ارادُتی نام کی ایک نہر ہے جس کی مٹی بالکل سفید ہوتی ہے۔ ہندو اس کو مہمان اور مقدس سمجھ کر اپنے بدن پر ملتے ہیں۔ اس کو ہستانی حصہ کی برف کبھی کم نہیں ہوتی۔ ۷ رشکرناگ ایک چشمہ ہے جو تمام سال خشک رہتا ہے لیکن جس مہینہ کی نویں تاریخ جمعہ کے روز پڑتی ہے۔ اس دن چشمہ پھوٹتا ہے اور صبح سے شام تک جاری رہتا ہے۔ بے شمار اشخاص برکت حاصل کرنے کے لئے یہاں ہوتے ہیں۔ ۸ رایشہ بلاری میں بھی ایک چشمہ ہندوؤں کی تیرتھ گاہ ہے جس کے چاروں طرف متعدد بُت خانے ہیں۔ ۹ رموضع ربل میں ایک چشمہ اور ایک حوض ہے۔ اہلِ حاجت پانی میں جَو ڈالتے ہیں۔ اگر یہ پانی کی سطح پر رہتا ہے تو نیک فال سمجھا جاتا ہے اور اگر پانی کے اندر چلا جاتا ہے تو شگونِ بد خیال کیا جاتا ہے۔ ۱۰ ربانہال میں دُرگا نام کا ایک بت خانہ ہے۔ جو شخص اپنے دشمن کا مستقبل معلوم کرنا چاہتا ہے تو دو برتنوں میں پختہ چاول بھر کر بُت خانے کے اندر رکھ دیتا ہے اور دونوں پر نام لکھ کر بُت خانہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ دوسرے دن دروازہ کھولا جاتا ہے جس کا برتن پھولوں اور زعفران سے بھرا ہوا ملتا ہے وہ خوش نصیب سمجھا جاتا ہے اور جس کا برتن خس و خاشاک سے بھرا ہوا ہوتا ہے وہ بدنصیب سمجھا جاتا ہے۔ ۱۱ ردریامتی کے کنارے ایک دُرگا مندر ہے۔ اس کا نام شاردا ہے۔ ہندو اس مندر کو بہت مقدس سمجھتے ہیں۔ کیونکہ سال میں ایک دن اس مندر میں جنبش ہوتی ہے اور اس طرح کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ۱۲ رہست پور میں بھی ایک مقدس حوض ہے اور بھومنیسر کا مندر ہے۔ ہندو اس مندر کی زیارت کو آتے ہیں تو رات بھر ان کو ایک آواز سنائی دیتی ہے اور ان کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے۔ ۱۳ رشکروہ کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر ایک چشمہ ہے جو سال بھر پانی سے لبریز رہتا ہے۔ یہ مقام ہندو جوگیوں کی زیارت گاہ ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر برف نہیں گرتی ہے۔ ان کے علاوہ موضع کھریوں میں تین سو ساٹھ چشمے ہیں جن میں ہر ایک چشمہ عبادت الٰہی کا مرکز خیال کیا جاتا ہے۔

چشمے: کشمیر میں طرح طرح کے چشموں کی کثرت ہے۔ مثلاً: (۱) کھادر پارہ میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی عجیب وغریب طریقہ سے شور مچاتا ہوا اُوپر کی جانب اُچھلتا ہے۔ (۲) موضع تہد میں سات چشمے ایک جگہ آکر ملتے ہیں۔ ان میں ایک چشمہ ایسا بھی ہے جس کا پانی جاڑوں میں گرم اور گرمیوں میں سرد رہتا ہے۔ (۳) ویرناگ کا چشمہ بڑے زور سے اُبلتا ہے اور اس پھپن نکلتا ہے کہ اس کی گہرائی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ (۴) قنبر میں ایک چشمہ ہے جس کا نام یہاں کے باشندوں نے بون سندھ رکھا ہے۔ یہ موسم بہار کے دو مہینوں میں خوب اُبلتا ہے اور ہر وقت پانی سے لبریز رہتا ہے۔ کبھی خشک نہیں ہوتا ہے۔ (۵) بالو کے ایک گاؤں میں دیوسر نامی ایک حوض ہے جو پہلو ناگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تہہ سے پانی اُبلتا ہوا نکلتا ہے۔ اس کے چاروں طرف آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کرنے والا سبزہ زار ہے اور اس کے اوپر سرسبز درختوں کا ایک فطری سائبان ہے۔ (۶) اسی کے پاس ایک اور چشمہ ہے جس کو وسی کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ کے ایک دہانہ سے پھوٹتا ہے جس کا منظر بہت ہی نشاط انگیز ہے۔ اسی جگہ ایک عمیق غار ہے جس میں بیس گز کی بلندی سے پانی کی چادر بڑے زور شور سے گرتی ہے۔ ہندو جوگی مردانہ وار اس غار میں کود کر اپنی جان دیتے ہیں اور اس کو رُوحانی خوشی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (۷) ناکا مو میں ایک چشمہ ہے جس کو نیلہ ناگ کہتے ہیں۔ اس کا پانی بہت صاف وشفاف اور نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے گرد جان باز جوگی آگ میں جل کر اپنی جانیں دیتے ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس حوض کے نیچے ایک بڑا شہر آباد ہے۔ (۹) موضع پارہ میں ایک چشمہ ہے جس میں اتوار کے دن مبروص نہاتے اور شفا پاتے ہیں۔ (۱۰) لار کے دامن سے دو چشمے بہتے ہیں۔ ایک کا پانی بہت ٹھنڈا اور دوسرے کا بہت گرم رہتا ہے۔ ہندو اپنے مُردے یہاں جلایا کرتے ہیں۔ ان دونوں چشموں کے قریب ایک جھیل بھی ہے۔ مشہور ہے کہ اس جھیل میں کسی جانور کا گوشت گر پڑتا ہے تو شدید بارش اور برف ہونے لگتی ہے۔ (۱۱) پرگنہ کمراج کے ایک موضع تراہ گاؤں میں ایک چشمہ چتر ناگ ہے۔ اس کا پانی بہت خوشگوار ہے۔ اس میں بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ مشہور ہے کہ جو شخص ان مچھلیوں کو ہاتھ لگاتا ہے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ (۱۲) پرگنہ بھاگ میں ایک بڑا تالاب ہے۔ اس کے قریب ایک چشمہ بھی ہے جس کا پانی پی کر مریض شفا پاتے ہیں۔ (۱۳) موضع عشمقام میں بابا زین الدین ریشی کی خانقاہ ہے جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ مشہور ہے کہ اس پہاڑ پر پانی نہ تھا لیکن جب بابا صاحب نے یہاں قیام کیا تو ایک چشمہ خود بخود پھوٹ پڑا۔ (۱۴) اچھول کے مضافات میں ایک چشمہ ہے جو ایک ہاتھ اوپر اُچھلتا ہے۔ اس کا پانی ٹھنڈا اور ہاضم ہوتا ہے جس کو پی کر مریض تندرست ہوتے ہیں۔ (۱۵) موضع داکھامون میں ایک چشمہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کا پانی اُبل کر گندہ ہوجاتا ہے تو ملک میں کوئی فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔ اس کے قریب سلیمان کی ایک کان ہے جس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔

آبشار: موضع بازوال میں ایک آبشار کوتل شاہ کوٹ سے بہت زور سے گرتی ہے۔ اس کو شالامار کہتے ہیں۔ اس جگہ مچھلیوں کا شکار خوب کیا جاتا ہے۔ بہتے ہوئے پانی کے دونوں طرف بند پنجرے رکھ دیئے جاتے ہیں جن کے اندر مچھلیاں آکر پھنس جاتی ہیں۔

اولر جھیل: تبت کو چک سے ملحق کوہامو میں ایک بہت بڑی جھیل ہے جس کو اولر کہتے ہیں۔ اس کا دَور ۲۸ کوس ہے۔ دریائے بہت اسی جھیل میں گرتا ہے اور نہر کے قریب پہنچ کر دریا کا دامن نابود ہوجاتا ہے۔ اس مقام پر سلطان زین العابدین نے زین لنک نامی ایک عالیشان محل تعمیر کرایا ہے۔ یہاں کے باشندے کشتیوں کو پتھروں، درختوں کی شاخوں اور پتوں سے بھر کر جھیل میں ڈال دیتے ہیں۔ تین چار مہینے کے بعد ان کشتیوں کو ڈوریوں سے اوپر کھینچتے ہیں جن میں بکثرت مچھلیاں بھری ہوتی ہیں۔ یہاں مرغابیوں کا شکار بھی عمدہ تفریح ہے۔ موضع احسن میں ہرنوں کو جھیل کی طرف ہانک دیا جاتا ہے جہاں ان کا شکار آسانی سے ہوجاتا ہے۔

دل: پرگنہ بھاگ سے ملحق ایک بڑا تالاب ہے جس کو دل کہتے ہیں۔ اس کی ایک سمت شہر سے ملی ہوئی ہے۔ تالاب کی سطح پر چند خود ساختہ جزیرے ہیں جن میں کھیتی ہوتی ہے۔ بدیانت لوگ کبھی کبھی ان جزیروں کے کچھ حصوں کو کاٹ کر دوسری جگہ بھی لے جاتے ہیں۔ سلطان زین العابدین نے اس تالاب میں ایک کوس لمبی بند بھی بنوائی تھی۔ اس کے قریب ایک چشمہ بھی ہے جس کا پانی پی کر مریض اچھے ہوتے ہیں۔

جزیرہ: ماچھالون کے قریب ایک گنجان جزیرہ ہے جس میں کثرت سے درخت پائے جاتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ جب یہ درخت ہوا سے ہلتے ہیں تو جزیرہ میں بھی جنبش آجاتی ہے۔ (شیرازہ، جموں کشمیر لداخ نمبر، جلد: ۴۳، نمبر ۶۔۱۰، از: صباح الدین عبدالرحمٰن، صفحہ: ۲۰۳۔۲۱۴) (جاری)

☆☆☆